تقریر

تقریر بابت ایمان
وقت 5-7 منٹ

ایمان کی ستّر شاخوں میں سے کچھ کا تذکرہ

(تقریر نمبر 20)

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

(درثمین)

سامعین! آج خاکسار جن شاخوں کا ذکر کرنا چاہتا ہے اُن میں نیکی پر مسرّت و شادمانی اور گناہ پر رنج و غم (کا احساس)، دین داروں سے قربت، ان سے محبت، سلام و مصافحہ کرنا شامل ہیں۔

نیکی پر مسرت و شادمانی اور گناہ پر رنج و غم (کا احساس)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

قُلۡ بِفَضۡلِ اللّٰهِ وَبِرَحۡمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلۡيَفۡرَحُوۡا ؕ هُوَ خَيۡرٌ مِّمَّا يَجۡمَعُوۡنَ (یونس:59)

یعنی تُو کہہ دے کہ (یہ) محض اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہے۔ پس اس پر چاہئے کہ وہ بہت خوش ہوں۔ وہ اُس سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔

پھر فرماتا ہے کہ

وَالَّذِيۡنَ اِذَا فَعَلُوۡا فَاحِشَةً اَوۡ ظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسۡتَغۡفَرُوۡا لِذُنُوۡبِهِمۡ ۖ وَمَنۡ يَّغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ اِلَّا اللّٰهُ (آل عمران:136)

یعنی نیز وہ لوگ جو اگر کسی بے حیائی کا ارتکاب کر بیٹھیں یا اپنی جانوں پر (کوئی) ظلم کریں تو وہ اللہ کا (بہت) ذکر کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرتے ہیں اور اللہ کے سوا کون ہے جو گناہ بخشتا ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جب تیری نیکی تجھے خوش کر دے اور تیری برائی تجھے غمگین کر دے تو تُو مومن ہے۔“ (نفس کی ملامت ایمان کی نشانی ہے)

(مشکوٰۃ المصابیح، حدیث:45)

سامعین! ایک مؤمن کے ایمان کی یہ پہچان ہے کہ جب وہ کوئی نیکی کرتا تو اس کا دل اُس پر خوش ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوتا ہے اور جب اُس سے کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے تو اُس کا دل اُس کو ملامت کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہے۔ یہ ایک نیک انسان کی باطنی صفت ہے جو انسان میں گناہ سے نفرت اور نیکی کی

رغبت پیدا کرتی ہے۔ جو شخص اپنی نیکی پر خوشی ہو اور بدی پر غمی ہو، تو وہ مؤمن ہے یعنی یہ چیز اس کے مؤمن ہونے کی دلیل ہے کیونکہ کفار اور منافقین نہ نیکی پر خوش ہوتے ہیں اور نہ ہی گناہ پر رنجیدہ ہوتے ہیں ان کے نزدیک نیکی اور بدی یکساں ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ (حم السجدة:3435)

یعنی نیکی اور بدی یکساں نہیں ہیں۔

منافقین اس دنیا کو ہی سب کچھ سمجھ کر اسی میں مگن رہتے ہیں، اُن کو آخرت کی پرواہ نہیں ہوتی کہ ایک دن اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی جوابدہ ہونا ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ایمان کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ جب تجھے نیکی سے خوشی ہو اور بُرائی سے تنگی ہو تو تُو مؤمن ہے۔ اس شخص نے کہا۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! گناہ کیا ہے۔ آپ نے کہا: جب تیرے سینے میں کوئی شئے کھٹکے تو اسے چھوڑ دے۔

(مسند احمد)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اپنے ایمان کا وزن کرو۔ عمل ایمان کا زیور ہے۔ اگر عملی حالت درست نہیں ہے تو حقیقت میں ایمان بھی نہیں ہے۔ مؤمن حسین ہوتا ہے۔ جیسے ایک خوبصورت کو معمولی اور ہلکا سا کڑا بھی پہنا دیا جاوے تو اسے زیادہ خوبصورت بنا دیتا ہے اسی طرح پر ایماندار کو عمل اَور بھی خوبصورت دکھاتا ہے اور اگر بد عمل ہے تو کچھ بھی نہیں۔ حقیقی ایمان جب انسان کے اندر پیدا ہوتا ہے تو اعمال میں ایک لذّت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کی معرفت کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ وہ نماز پڑھتا ہے جو نماز پڑھنے کا حق ہے۔ گناہوں سے اسے بیزاری پیدا ہوتی ہے۔ ناپاک مجلسوں سے نفرت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی عظمت اور جلال کے ظاہر کرنے کے واسطے اپنے دل میں ایک جوش اور تڑپ دیکھتا ہے۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 339 آن لائن ایڈیشن 2022ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" حقیقت میں تو ہر نیکی جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں کرنے کا حکم فرمایا ہے، اُس کا حصول اور ہر بُرائی جس سے رکنے کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم فرمایا ہے، اُس سے نہ صرف رکنا بلکہ نفرت کرنا عملی اصلاح کی اصل اور جڑ ہے۔ پس ہم تب حقیقی مسلمان کہلائیں گے، ہم تب زمانے کے امام کی حقیقی جماعت کے فرد کہلائیں گے جب نیکیاں اور اعلیٰ اخلاق ہم میں پیدا ہوں گے، جن کے پیدا کرنے کا اللہ تعالیٰ نے ایک حقیقی مسلمان کو حکم دیا ہے اور دوسری طرف بدی سے انتہائی کراہت کے ساتھ نفرت ہو۔ گویا حقیقی مؤمن ایک ایسا سمویا ہوا انسان ہوتا ہے جو نیکیوں کی تلاش کر کے اُنہیں سینے سے لگانے والا اور بدیوں سے دور بھاگنے والا ہو۔ تبھی وہ اعتدال کے ساتھ اپنے معاملات طے کر سکتا ہے۔ یہ نہیں کہ بُرائیوں اور نیکیوں کے بیچ لٹکا ہوا ہو اور پھر دعوے بھی بلند بانگ ہوں۔"

(خطبہ جمعہ 6/ دسمبر 2013ء)

دین داروں سے قربت، ان سے محبت

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ (التوبہ:119)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

سورۃ آل عمران آیت 29 میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو تاکیداً حکم دیا کہ مؤمنوں کو چھوڑ کر کافروں کی صحبت اختیار نہ کرو۔ ایسا کرنے والے کا اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ انسان اپنے ماحول میں دیگر اُٹھنے بیٹھنے والے لوگوں سے ضرور اثر پکڑتا ہے اور باوجود نہ چاہنے کے بھی، اس میں ان لوگوں جیسی حرکات و سکنات پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ اس لئے کوشش کرنی چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے دوستیاں بڑھائیں اور بدزبان اور بد کردار کے حامل انسانوں سے کنارہ کشی اختیار کر لیں۔

احادیث میں سرور کائنات خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مسلمانوں کو صحبت صالحین اختیار کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ایک موقع پر نیک اور بُرے ساتھی کی مثال دواشخاص سے دے کر صحابہ کو اس اہم مضمون کی طرف یوں توجہ دلائی کہ ایک شخص کستوری اٹھائے ہوئے ہو اور دوسرا بھٹی جھونکنے والا ہو۔ کستوری والا مفت میں خوشبو دے جائے گا۔اس کی مہک سے تو فائدہ اٹھا جائے گا(یہ ذکر الٰہی کی محافل ہیں)اور بھٹی والے کے قریب بیٹھنے سے کپڑے جل جائیں گے اور اس کا بدبودار دھواں تنگ کرے گا۔

(مسلم کتاب البّر والصلۃ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”صحبت میں بڑا اشرف ہے۔اس کی تاثیر کچھ نہ کچھ فائدہ پہنچا ہی دیتی ہے۔کسی کے پاس اگر خوشبو ہو تو پاس والے کو بھی پہنچ ہی جاتی ہے۔اسی طرح پر صادقوں کی صحبت ایک روح صدق کی نفخ کر دیتی ہے۔مَیں سچ کہتا ہوں کہ گہری صحبت نبی اور صاحب نبی کو ایک کر دیتی ہے۔یہی وجہ ہے جو قرآن شریف میں کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ (التوبہ:119) فرمایا ہے اور اسلام کی خوبیوں میں سے یہ ایک بے نظیر خوبی ہے کہ ہر زمانے میں ایسے صادق موجود رہتے ہیں۔“

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 609 ایڈیشن 1988ء)

پھر اصلاحِ نفس کے لئے دعا اور صحبتِ صالحین کا نسخہ بتاتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں۔

”دو چیزیں ہیں ایک تو دعا کرنی چاہئے اور دوسرا طریق یہ ہے کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ راستبازوں کی صحبت میں رہو تاکہ ان کی صحبت میں رہ کر تم کو پتہ لگ جاوے کہ تمہارا خدا قادر ہے، بینا ہے، دیکھنے والا ہے، سننے والا ہے، دعائیں قبول کرتا ہے اور اپنی رحمت سے اپنے بندوں کو صدہا نعمتیں دیتا ہے۔“

(ملفوظات جلد ششم صفحہ 62)

آپؑ فرماتے ہیں:

”دنیا میں دو قسم کے تعلقات ہوتے ہیں۔ایک جسمانی تعلقات۔جیسے ماں، باپ، بھائی، بہن وغیرہ کے تعلقات۔دوسرے روحانی اور دینی تعلقات۔یہ دوسری قسم کے تعلقات اگر کامل ہو جائیں تو سب قسم کے تعلقات سے بڑھ کر ہوتے ہیں اور یہ اپنے کمال کو تب پہنچتے ہیں جب ایک عرصہ تک صحبت میں رہے۔دیکھو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو صحابہؓ کی جماعت تھی، اس کے یہ تعلقات ہی کمال کو پہنچے ہوئے تھے جو انہوں نے نہ وطن کی پرواہ کی اور نہ اپنے مال واملاک کی اور نہ عزیز واقارب کی۔یہاں تک کہ اگر ضرورت پڑی تو انہوں نے بھیڑ بکری کی طرح اپنے سر خدا کی راہ میں رکھ دیئے۔وہ شدائد ومصائب جو ان کو پہنچ رہے تھے، ان کے برداشت کرنے کی قوت اور طاقت ان کو کیونکر ملی۔اس میں یہی سرّ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلقات بہت گہرے ہو گئے تھے۔انہوں نے اس حقیقت کو سمجھ لیا تھا، جو آپؐ لے کر آئے تھے اور پھر دنیا اور اس کی ہر چیز ان کی نگاہ میں خدا تعالیٰ کے لقاء کے مقابلہ میں کچھ ہستی رکھتی ہی نہیں تھی۔“

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 140 ایڈیشن 2016ء)

سامعین! پھر آپؑ مقربین کی درگاہ میں بیٹھنے والوں کے حوالے سے فرماتے ہیں۔

”یہ مسلّمہ امر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے مقرب کے پاس رہنا گویا ایک طرح سے خود خدا تعالیٰ کے پاس رہنا ہوتا ہے۔“

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 316 ایڈیشن 2016ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”ہمیشہ ایسی مجالس میں بیٹھنا اور اٹھنا چاہئے جہاں سے نیکی کی باتیں پتہ لگیں۔تقویٰ کی باتیں پتہ لگیں، اللہ اور رسولؐ کے احکامات کا علم ہو۔اگر اپنی اصلاح کرنی ہے اور اپنی زندگی سنوارنا چاہتے ہیں اور دینی علم حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیشہ جیسا کہ حدیث میں آیا اپنی صحبت نیک لوگوں میں رکھنی چاہئے اور ایسی مجالس کی تلاش میں رہنا چاہئے۔“

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 491)

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

” ایسی مجلسوں سے ہمیشہ بچنا چاہیے جو دین سے دُور لے جانے والی ہوں، جو صرف کھیل کود میں مبتلا کرنے والی ہوں۔ ایسی مجلسیں جو اللہ تعالیٰ سے دُور لے جانے والی مجلسیں ہیں وہ یہی نہیں کہ صرف اللہ تعالیٰ سے دور لے جاتی ہیں بلکہ بعض دفعہ مکمل طور پر، بعض دفعہ کیا یقینی طور پر انسان کی ہلاکت کا سامان پیدا کر دیتی ہیں۔ اس لئے ہمیشہ ایسی مجالس کی تلاش رہنی چاہئے جہاں سے امن وسکون اور سلامتی ملتی ہو۔

تو سلامتی والی مجالس کیسی ہیں۔ اس بارے میں ایک روایت ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہم نشین کیسے ہوں۔ کن لوگوں کی مجلس میں ہم بیٹھیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا مَنْ ذَكَّرَكُمُ اللّٰهَ رُؤْيَتُهٗ وَزَادَ فِيْ عِلْمِكُمْ مَنْطِقُهٗ وَذَكَّرَكُمْ بِالْاٰخِرَةِ عَمَلُهٗ یعنی ان لوگوں کی مجلس میں بیٹھو جن کو دیکھ کر تمہیں خدا یاد آئے اور جن کی گفتگو سے تمہارا دینی علم بڑھے اور جن کا عمل تمہیں آخرت کی یاد دلائے۔(ترغیب)

تو ایسی مجالس سے ہی سلامتی ملتی ہے جہاں ایسے لوگ ہوں جہاں خدا کا ذکر ہو رہا ہو، اس کے دین کی عظمت کی باتیں ہو رہی ہوں۔ ایسے مسائل پیش کئے جا رہے ہوں اور ایسی دلیلیں دی جا رہی ہوں جن سے انسان کا اپنا دینی علم بھی بڑھے اور دعوت الی اللہ کے لئے دلائل بھی میسّر آئیں۔ اور قرآن کریم کا عرفان بھی حاصل ہو رہا ہو اور ایسی باتیں ہوں جن سے صرف اس دنیا کی چکا چوند ہی نہ دکھائی دے بلکہ یہ بھی ذہن میں رہے کہ اس دنیا کو چھوڑ کر بھی جانا ہے۔ اس لئے ایسے عمل ہونے چاہئیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہوں۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 16/جولائی 2004ء)

سلام و مصافحہ کرنا

سامعین! اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَإِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِأَحْسَنَ مِنْهَآ أَوْ رُدُّوْهَا ۗ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا (النساء:87)

یعنی اگر تمہیں کوئی خیر سگالی کا تحفہ (سلام) پیش کیا جائے تو اس سے بہتر پیش کیا کرو یا وہی لوٹا دو۔ یقیناً اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔

جب دو مسلمان آپس میں ملیں تو ایک دوسرے سے مصافحہ کریں ایک دوسرے کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہہ کر ایک دوسرے پر سلامتی بھیجیں۔ سلام کے جہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت طلب کرنے کے لیے دعائیہ کلمات ہیں وہاں آپس میں محبت واخوّت بڑھانے کا ذریعہ اور اجنبیت کو ختم کرنے کا باعث بھی ہیں۔ مسلمانوں کا آپس ملاقات کے وقت زبان سے سلام کہنے کے ساتھ ہاتھ سے مصافحہ کرنا ایسی عظیم سنّت ہے کہ اس پر عمل کرنے سے دل سے حسد، بغض، اور کینہ وغیرہ دور ہو جاتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مصافحہ کرتے اور اس وقت تک اپنا ہاتھ نہ کھینچتے جب تک سامنے والا خود نہ کھینچتا، پھر اس وقت تک اس سے چہرہ نہ پھیرتے جب تک وہ چہرہ نہ پھیرتا اور کبھی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سامنے بیٹھنے والے کی طرف پاؤں بڑھاتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔

(ترمذی: حدیث 2490)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق ہے کہ وہ اس کے سلام کا جواب دے“

(صحیح بخاری)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”اس زمانے میں اسلام کے اکثر امراء کا حال سب سے بدتر ہے۔ وہ گویا یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ صرف کھانے پینے اور فسق وفجور کیلئے پیدا کیے گئے ہیں دین سے وہ بالکل بے خبر اور تقویٰ سے خالی اور تکبّر اور غرور سے بھرے ہوتے ہیں۔ اگر ایک غریب اُن کو السلام علیکم کہے تو اُس کے جواب میں وعلیکم السلام کہنا اپنے لئے عار سمجھتے ہیں۔ بلکہ غریب کے منہ سے اس کلمہ کو ایک گستاخی کا کلمہ اور بیباکی کی حرکت خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ پہلے زمانے کے اسلام کے بڑے بڑے بادشاہ

السلام علیکم میں اپنی کوئی کسرِ شان نہیں سمجھتے تھے۔ مگر یہ لوگ تو بادشاہ بھی نہیں ہیں پھر بھی بے جا تکبّر نے ان کی نظر میں ایسا پیارا کلمہ جو السلام علیکم ہے، جو سلامت رہنے کے لئے ایک دعا ہے، حقیر کر کے دکھایا ہے۔ پس دیکھنا چاہئے کہ زمانہ کس قدر بدل گیا ہے کہ ہر شعار اسلام کا تحقیر کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔“

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 327)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

” اب اللہ تعالیٰ کا ایک حکم ہے جو اخلاق کے معیاروں کو اونچا کرنے کے لئے بھی ضروری ہے، فساد اور شکوک و شبہات کو ختم کرنے کے لئے بھی ضروری ہے اور ایک دعا بھی ہے جس سے ایک دوسرے کے لئے پیار و محبت کے جذبات ابھرتے ہیں...... کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کی ہدایت فرمائی ہے۔ فرماتا ہے کہ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَھْلِھَا۔ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ (النور:28) کہ اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو، اپنے گھروں کے سوا دوسروں کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو، یہاں تک کہ تم اجازت لے لو اور ان کے رہنے والوں پر سلام بھیجو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو اور یہ سلام بھیجنا بھی ایک دعا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے... اب سلامتی پھیلانے کے لئے یہ بڑا پُر حکمت حکم ہے اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن کریم کس طرح مومنین کی اصلاح کی کوشش کرتا ہے۔“

(خطبہ جمعہ 25/ مئی 2007ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(بتعاون: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

✡✡✡✡